مسئلہ حیات النبی

سوال - آج کل دینی حلقوں کی فضا میں حیات النبی کا مسئلہ ہر وقت گونجتا رہتا ہے اور علمائے کرام کے نزدیک موضوع سخن بنا ہوا ہے۔ شروع میں تو فریقین اپنی اپنی تائید میں علمی دلائل دے رہے تھے مگر اب تکفیر بازی، طعن و تشنیع اور پگڑی اچھالنے تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ الا ماشاء اللہ

بعض مساجد میں بآواز بلند کہا جا رہا ہے کہ انبیاء اسی طرح زندہ ہیں جس طرح کہ دنیا میں زندہ تھے اور حیات النبی کا منکر کافر ہے۔ بعض دوسرے حضرات حیات جسمانی کے عقیدے کو مشرکانہ بلکہ منبع شرک قرار دے رہے ہیں۔ جہاں تک فضائل کا تعلق ہوتا ہے وہاں ادنیٰ سے ادنیٰ بات جو قرآن کریم اور خبر متواتر کے خلاف نہ ہو مانی جا سکتی ہے۔ لیکن جب بات عقیدہ کی حد تک پہنچ جائے تو وہاں قطعی الثبوت دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ براہ کرم میرے دل کی تسلی اور تشفی کے لیے مسئلہ حیات النبی پر روشنی ڈالیں۔

جواب: مسئلہ حیات النبیؐ کے بارے میں آج کل جس طریق پر علمائے کرام کے مابین بحث چل رہی ہے اس کی نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کا کچھ حاصل ہے۔ عقیدے کی حد تک ہمارا اس بات پر ایمان کافی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں اور آپ کی ہدایت ابد تک کے لیے کامل ہدایت ہے عمل کے لیے یہ بالکل کافی ہے کہ ہم آنحضورؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں جسے معلوم کرنے کی خاطر قرآن اور سنت ہمارا مرجع و منبع ہے۔ اب آخر اس بحث کی حاجت ہی کیا ہے کہ نبی کریم اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کس معنیٰ میں زندہ ہیں۔ برزخی و روحانی حیات ہو یا جسمانی حیات، بہر حال اس امر واقعہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضرتؐ کا سلسہ میں وصال ہو چکا ہے، امت کی ہدایت کے لیے آپ بنفسِ نفیس ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، اور آپ کا اتباع کرنے کے لیے ہمیں آپ کی ذاتِ اقدس کی طرف رجوع کرنے کے بجائے قرآن اور حدیث ہی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ حیاتِ برزخی یا حیات جسمانی کی بحث کا کوئی بھی فیصلہ ہو، اس سے اس امر واقعہ میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔

پھر یہ بحث اس لیے بھی غیر ضروری اور لاطائل ہے کہ ہم اس خاص معاملے میں کوئی متعین عقیدہ رکھنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکلف ہی نہیں کیے گئے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان اس مسئلے سے بالکل خالی الذہن ہو، یا اس میں کوئی رائے قائم کیے بغیر مرجائے، تو اس کے ایمان میں کوئی نقص واقع نہ ہوگا، نہ آخرت میں اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے حیات نبی کے برزخی یا جسمانی ہونے کے بارے میں کیا عقیدہ رکھا تھا۔ قرآن و حدیث میں کوئی ایسی واضح اور قطعی ہدایت اس باب میں نہیں دی گئی جو ہمیں ایک خاص عقیدہ رکھنے کا پابند کرتی ہو، نہ یہ مسئلہ صحابۂ کرام کے درمیان زیر بحث تھا، نہ آنحضورؐ کے جانشینوں نے کسی کو اس معاملے میں کوئی خاص عقیدہ رکھنے کی کبھی تلقین کی۔

میں تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ حیات النبی کے مسئلے میں حضراتِ علماء وہی غلطی کر رہے ہیں جو خلق قرآن کے مسئلے میں خلیفہ مامون نے کی تھی۔ یعنی جس چیز کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے اسلام کا ایک عقیدہ اور ایمانیات کا ایک رکن نہیں قرار دیا تھا اور نہ جسے ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کی نجات کا مدار رکھا تھا اور نہ جس پر اعتقاد رکھنے کی خلق کو دعوت دی تھی، اسے خواہ مخواہ عقیدہ اسلام اور رکنِ ایمان بنایا جارہا ہے، اس کے ماننے یا نہ ماننے پر مدار نجات رکھی جارہی ہے، اس پر اعتقاد رکھنے کی دعوت دی جارہی ہے اور اعتقاد نہ رکھنے والوں کی تکفیر و تفسیق کی جارہی ہے، دین میں جن چیزوں کی یہ حیثیت تھی ان کو صاف صاف اور حتمی طور پر بیان کر دینے میں اللہ اور اس کے رسول نے کوئی کوتاہی نہیں کی ہے اور علی رؤس الاشہاد ان کی طرف دعوت دی ہے۔ یہ مسئلہ ہرگز ان مسائل میں سے نہیں ہے اور اسے زبردستی ان مسائل میں شامل کرنا یا ان کا سا درجہ دینا کلیتہً غلط کارروائی ہے۔ اگر کوئی شخص اس مسئلے میں قطعاً خالی الذہن ہو یا اس کے بارے میں کوئی عقیدہ و رائے نہ رکھتا ہو اس سے قیامت میں کوئی باز پرس نہ ہوگی اور اس کے انجام اخروی پر اس عدم رائے یا خلوئے ذہن کا کوئی اثر مترتب نہ ہوگا۔ البتہ خطرے میں وہ شخص ہے جو اس مسئلے میں ایک عقیدہ قائم کرتا اور اس کی تبلیغ کرتا ہے کیونکہ اس کے عقیدے میں صحت اور عدمِ صحت دونوں کا احتمال ہے۔